An International Journal of ISLAMIC AND SOCIAL SCIENCES

ISLAMICUS

PAKISTAN ISLAMICUS

(An International Journal of Islamic and Social Sciences)

Volume: 04, Issue: 03, July–September 2024, Pages: 102-119

Journal Website: https://pakistanislamicus.com/index.php/home

Publisher Website: https://www.mircpk.net

MUSLIM INTELLECTUALS Research Center Multan-Pakistan

عہد جاہلی میں ثقفی اعیان کا مقام و کردار

THE STATUS AND ROLE OF THAQAFI NOBLES IN THE PRE-ISLAMIC ERA

Sahib Din[1], Professor Dr Humayun Abbas[2]

[1] PhD Scholar, Department of Islamic Studies, Government College University, Faisalabad, Punjab, Pakistan.

[2] Dean Faculty of Islamic Studies, Government College University, Faisalabad, Punjab, Pakistan.

HEC "Y" Category HJRS HEC Journal Recognition System

ARTICLE INFO

Article History:

Received:	July 03, 2024
Revised:	July 28, 2024
Accepted:	July 31, 2024
Available Online:	August 04, 2024

Keywords:

Thaqif Tribe
Status
Role
Nobles
Pre-Islamic Era

Funding:

This research received no specific grant from any funding agency in the public, commercial, or not-for-profit sectors.

Copyrights:

Copyright Muslim Intellectuals Research Center. All Rights Reserved © 2021. This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

ABSTRACT

The pre-Islamic era, often referred to as the Jahiliyyah period, was marked by tribal affiliations, leadership, and social hierarchy. Among the prominent tribes of the Arabian Peninsula, the Thaqif tribe held a distinguished position, particularly in the city of Taif. This study explores the status and role of the Thaqafi nobles during this period, shedding light on their contributions to tribal politics, warfare, trade, and social dynamics. The Thaqafi leaders were renowned for their wisdom, courage, and ability to resolve disputes, which solidified their influence both within their tribe and beyond.

This research delves into the socio-political landscape of the time, examining how the Thaqafi nobles-maintained power, fostered alliances, and played a crucial role in preserving the cultural and economic significance of Taif. It also highlights their contributions to poetry, diplomacy, and leadership, which earned them a place of respect in the annals of Arabian history. By analyzing historical accounts and narratives, this paper aims to provide a comprehensive understanding of the Thaqafi tribe's role in shaping pre-Islamic Arab society.

The study underscores how the traits of resilience, honor, and strategic acumen demonstrated by the Thaqafi nobles contributed to their lasting legacy, bridging the gap between the tribal values of Jahiliyyah and the advent of Islam.

***Corresponding Author's Email:** sahibdin08454@gmail.com

عہدِ جاہلیت، عربوں کی تاریخ کا وہ دور ہے جو اسلام کے ظہور سے قبل کا زمانہ کہلاتا ہے۔ یہ دور سیاسی، سماجی، معاشرتی اور مذہبی اعتبار سے بے شمار پیچیدگیوں کا حامل تھا۔ اس زمانے میں جزیرہ نما عرب میں مختلف قبائل آباد تھے، جن میں بنو ثقیف و قریش، اوس، خزرج جیسے نمایاں قبائل شامل تھے۔ ہر قبیلے کی اپنی الگ شناخت، مقام اور اثر و رسوخ تھا۔

ثقفی قبیلہ، جس کا مرکز طائف تھا، جاہلی دور میں اپنی حیثیت اور مقام کے اعتبار سے ایک اہم مقام رکھتا تھا۔ ثقفی اعیان، یعنی اس قبیلے کے سردار اور معزز افراد، اپنے علاقے میں طاقتور اور بااثر سمجھے جاتے تھے۔ یہ لوگ معاشرتی نظام میں قیادت کے فرائض انجام دیتے تھے، تجارتی سرگرمیوں میں پیش پیش رہتے اور قبائلی تنازعات کے حل میں کلیدی کردار ادا کرتے تھے۔ ان کی طاقت و اختیارات طائف جیسے خوشحال شہر کی معیشت اور اس کی جغرافیائی اہمیت سے بھی جڑے ہوئے تھے۔

ثقفی اعیان نے نہ صرف اپنی داخلی قیادت کو مضبوط بنایا بلکہ بیرونی طاقتوں اور قبائل کے ساتھ تعلقات کو بھی بحسن و خوبی سنبھالا۔ یہ سردار مختلف مواقع پر سفارتی حکمت عملی، مہمان نوازی اور فراخ دلی جیسے اوصاف کا مظاہرہ کرتے تھے، جو اس دور میں معاشرتی مقام کو بڑھانے کے اہم ذرائع سمجھے جاتے تھے۔ اس مقالہ میں عہدِ جاہلیت میں ثقفی اعیان کے مقام و کردار کا مختصر جائزہ لیتے ہوئے ان کی سماجی، سیاسی اور معاشرتی حیثیت کو سمجھنے کی کوشش کی جائے گی۔ یہ جائزہ اس بات کو واضح کرے گا کہ ثقفی اعیان نے عرب معاشرت میں کس طرح اپنے اثر و رسوخ کو قائم رکھا اور وہ کن پہلوؤں سے دیگر قبائل کے لیے مثالی حیثیت رکھتے تھے۔ دور جاہلی کی اہم شخصیات درج ذیل ہیں:

امیہ بن ابی الصلت ثقفی

شجرۂ نسب: امیہ بن ابی الصلت بن ربیعہ بن عوف بن عقدہ بن غیرہ بن عوف بن ثقیف (قسی)، کنیت: ابوالقاسم اور بعض ابو عثمان کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ امیہ بن ابی الصلت کا اصل نام عبداللہ تھا۔ امیہ اہل عرب کا عظیم شاعر اور تاجر تھا۔ زمانہ جاہلیت میں بھی مذہبی کتابوں کا وسیع مطالعہ رکھتا تھا، اونی لباس پہنتا تھا، جو درویش پہنتے ہیں۔ دین حنیف پر تھا، شراب کو حرام اور بتوں کی عبادت سے نفرت کرتا تھا۔ ذہین و فطین، شاعر اور عرب کا دانشور شخص تھا۔ سید المرسلین حضرت محمد ﷺ کی نبوت کے بارے میں مکمل جانتا تھا، بلکہ خود کو نبی منتظر سمجھتا تھا۔ اپنے عہد کا خاندان بنو ثقیف کا نیک آدمی تصور کیا جاتا تھا۔[1] لیکن عقل کا سہارا نہ لے سکا۔ اس لئے دنیا میں کی گئی اس کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں، بدترین اعمال والے لوگوں میں شمار ہوا۔ حالانکہ وہ اپنے گمان میں اچھے اعمال کرنے والا تھا۔ اپنے علم اور عقل سے فائدہ نہ اٹھا سکا اور مشرکین کی باتوں میں آکر اپنی رائے کو ترجیح نہ دے سکا۔ کیونکہ وہ فیصلہ کر چکا تھا کہ مدینے جاکر اسلام قبول کرلے گا مگر مکہ کے کافروں نے ادھر ادھر کی باتیں سنا کر اس کو اپنا فیصلہ بدلنے پر مجبور کر دیا۔ قوت فیصلہ کی کمی نے اس شخص کو تباہ و برباد کر دیا۔

المسعودی اپنی کتاب ''مروج الذہب و معادن الجواہر'' میں امیہ ثقفی کے بارے میں لکھتا ہے کہ: امیہ کا شمار اہل فترہ میں ہوتا ہے۔ بڑا ذہین و فطین شاعر اور مذہبی عالم تھا، تجارت کی غرض سے ملک شام کی طرف سفر کیا کرتا تھا اور بہت سے یہودیوں اور نصرانیوں سے ملاقات ہوتی تھی اور اکثر گفتگو میں مذہبی کتابوں کے حوالے دیا کرتا تھا اس کو علم تھا کہ عرب میں آخری نبی کا ظہور ہو گا۔ وہ اہل مذاہب کی آراء پر مشتمل ایسے اشعار پڑھتا تھا۔ جن میں آسمان، زمین، چاند، سورج، ملائکہ، بعثت انبیاء، حشر و نشر اور جنت و دوزخ کا ذکر ہوتا تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و توحید کا ذکر کرتا اور اس کی حمد و ثناء کرتا تھا۔ وہ شخص جس نے سب سے پہلے اپنی پہلی لکھی گئی کتاب میں **باسمک اللھم** لکھا۔ وہ امیہ بن ابی الصلت الثقفی تھا۔ اس کے اشعار علم و حکمت، پند و نصائح سے بھرپور ہوتے تھے۔ یہ اسی کا شعر ہے:

"الحمد للہ، لاشریک لہ، من لم یقلھا فنفسہ ظلما"[2]

(الحمد اللہ، اس کا کوئی شریک نہیں، جس نے اسے نہ سمجھا اس نے خود پر ظلم کیا۔)

وہ بعض باتوں میں اہل جنت کی تعریف کرتا تھا اور اپنے آپ کو نبی آخر الزماں سمجھتا تھا اور اپنی بعثت و رسالت کا منتظر تھا اور اس سے بنو ثقیف سمیت سب واقف تھے۔

جب اسے آپ ﷺ کی نبوت کی اطلاع ملی تو کچھ سوچ کر متاسف ہوا، پھر مدینے جا کر اسلام لانے کا ارادہ کیا۔اسی مقصد کے لئے مکہ مکرمہ آئے تو قریشی اکابرین نے حسب معمول ان کو بھی ملاقات نبویؐ سے روکنے کی تدبیریں کیں۔[3]

امیہ کو قبول اسلام سے روکنے کی کفار مکہ کی تدبیریں

قریش مکہ کی مختلف چالوں نے امیہ کو اسلام قبول کرنے سے روکے رکھا جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

- کفار مکہ نے امیہ ثقفی کو بتایا کہ رسول عربیؐ شراب کو حرام قرار دیتے ہیں اور امیہ شراب کے خو گر تھے۔ کفار مکہ کی یہ تدبیر کار گر ثابت ہوئی اور ابی الصلت ثقفی ملاقات کئے بغیر لوٹ گئے اور اسلام کے نور اور صحبت نبویؐ کے شرف سے محروم رہ گئے۔
- شاید حسد و بغض نے اس کی عقل و فکر پر قبضہ جما لیا تھا کیونکہ اس کو بڑی امید تھی کہ نبوت اسے ملے گی۔
- مشرکین مکہ نے اسے بتایا کہ جنگ بدر میں آپ کے ماموں زاد بھائیوں عتبہ اور شیبہ پسران ربیعہ کو مسلمانوں نے قتل کیا ہے۔ یہ وحشت اثر خبر سن کر اس نے اپنی سواری کے دم اور کان کاٹ ڈالے اور زوردار مرثیہ کہا، پھر مکہ لوٹ آیا اور طائف میں قیام پذیر ہو گیا اور اسلام کو نظر انداز کر دیا۔
- ثقفی خواتین کی طعنہ زنی کے ڈر نے بھی اس کو اسلام سے دور رکھا۔ کیونکہ پورے طائف میں امیہ بن ابی الصلت نے مشہور کر رکھا تھا کہ نبی منتظر میں ہی ہوں۔[4]

ابن حجر عسقلانی ''الاصابہ فی تمیز الصحابہ''میں بیان کرتے ہیں کہ: حضور اکرم ﷺ نے امیہ کے شعروں کو سن کر جو علم و حکمت کی باتوں پر مشتمل تھے اس کے بارے میں فرمایا کہ اس کی زبان ایمان لاتی ہے اور اس کا دل کفر کرتا ہے۔ایک اور روایت کے مطابق آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اس کے اشعار سے ایمان چھلکتا ہے اور اس کا دل کفر کرتا ہے۔[5]

مسعود بن معتب ثقفی

شجرہ نسب؛ مسعود بن معتب بن مالک بن کعب بن عمرو بن سعد بن عوف بن قسی (ثقیف) بن منبہ بن بکر بن ہوازن بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان، ان کے پانچ بیٹے تھے:

1۔ عروہ بن مسعود ثقفی 2۔ عمرو بن مسعود 3۔ عبداللہ بن مسعود

4۔ الاسود بن مسعود 5۔ ابو عامر بن مسعود۔

مسعود بن معتب قبیلہ ثقیف کی شاخ بنی احلاف کے سربراہ اور طائف کی اشرافیہ میں سے تھے، ان کے پاس بے پناہ مال و دولت تھی۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ وہ ان شخصیات میں سے تھے جن کے بارے میں قرآن کی آیت: ''عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ''میں اشارہ کیا گیا ہے۔ان کے پاس کھیت اور باغات تھے، جن میں انگور کی

بیلیں اور مختلف قسم کے پھلوں کے درخت موجود تھے۔ ان کے بہت سے غلام تھے اور ایک عظیم الشان محل بھی ان کی ملکیت تھا۔[6]

عہد جاہلی میں ان کا شمار بنی ثقیف کے شعراء میں ہوتا تھا، بہت مالدار ہونے کی وجہ سے انہیں یہ خدشہ تھا کہ ان کی وفات کے بعد ان کی جائیداد قریش کے ہاتھوں فروخت ہو جائے گی، کیونکہ قریش طائف میں زمین اور جائیداد خریدتے تھے۔ اس لیے انہیں ڈر تھا کہ ان کے وارث ان کی جائیداد قریش کو بیچ دیں گے۔[7]

مسعود مدینہ میں بنی اوس کے سردار احیحہ بن الحلاج کے اچھے دوست تھے۔ ایک دفعہ قبیلہ ثقیف کی ذیلی شاخ بنی مالک کے خلاف جنگ میں مدد طلب کرنے کے لئے ان کے پاس گئے تو اس نے صلح کا مشورہ دیا اور کہا کہ وہ اپنی قوم کو اس خانہ جنگی میں نہ گھسیٹے اور احیحہ نے اسلحہ، زاد راہ اور ایک غلام دیا، جو قلعے بنانے میں مہارت رکھتا تھا۔ اس غلام نے مسعود کے لئے طائف میں ایک قلعہ تعمیر کیا، یہ طائف میں بنایا جانے والا پہلا قلعہ تھا۔[8]

یمن کا بادشاہ ابرہہ جب خانہ کعبہ پر حملہ کرنے کی غرض سے مکہ کی طرف آیا تو طائف سے گذرا۔ اس وقت طائف میں بنو ثقیف کا سردار مسعود بن معتب ثقفی تھا۔ وہ اپنے قبیلے کے افراد کے ساتھ اس سے ملنے آیا اور کہنے لگا: "اے بادشاہ! ہم آپ کے غلام ہیں، آپ کے حکم کے تابع اور فرمانبردار ہیں۔ ہم آپ سے کوئی مخالفت نہیں رکھتے ہیں، ہمارا معبد (لات) وہ نہیں، جسے آپ منہدم کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کا اصل ہدف مکہ میں موجود خانہ کعبہ ہے۔ ہم تمہارے ساتھ ایک آدمی بھیج دیتے ہیں جو تمہیں اس تک پہنچنے کا راستہ بتائے گا۔" چنانچہ انہوں نے اس کے ساتھ "ابو رغال" کو بھیجا۔ ابرہہ ابو رغال کے ساتھ نکلا یہاں تک کہ وہ مکہ کے قریب "مغمس" کے مقام پر پہنچے۔ اس جگہ پر ابو رغال کا انتقال ہو گیا، اس کو وہیں دفنا دیا گیا۔ پس مقام مغمس پر، یہ وہ قبر ہے جسے عرب لوگ نفرت کا اظہار کرتے ہوئے سنگساری کیا کرتے تھے، اور وہ لوگوں کے لیے باعث ذلت و عار بن گیا کہ اس نے ابرہہ کو خانہ کعبہ کا راستہ کیوں دکھایا۔ حالانکہ روایات کے مطابق، ابو رغال ثقفی نے اپنے قبیلے کے سردار مسعود بن متعب ثقفی کے حکم پر ابرہہ کی مکہ تک رہنمائی کی ذمہ داری سنبھالی تھی۔ تاہم، یہ بات حیرت انگیز ہے کہ روایتی مؤرخین نے ابو رغال کی قبر کو سنگساری کا نشانہ بنایا، لیکن مسعود بن متعب کی قبر کو نہیں، حالانکہ انہی کے کہنے پر ابو رغال نے ابرہہ کو مغمس تک پہنچایا تھا۔[9]

عروہ بن مسعود ثقفی

نسب نامہ: عروہ بن مسعود بن معتب بن مالک بن کعب بن عمرو بن سعد بن عوف بن ثقیف بن منبہ بن بکر بن ہوازن بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان۔ کنیت: ابو مسعود، عروہ ثقفی بہت ہی زیرک، دانا اور مدبر انسان تھے، بنو ثقیف کے سردار تھے۔ جو بنو قریش کے بعد عرب میں سب سے معزز قبیلہ شمار ہوتا تھا۔ بنو مالک کے تیرہ افراد جو کہ مغیرہ ثقفی نے قتل کر دیئے تھے۔ بنو مالک اور بنو احلاف کے درمیان جنگ ہونے کو تھی کہ عروہ بن مسعود ثقفی نے دیت برداشت کر کے صلح کروا دی تھی۔ ان کے بارے میں بنو بکر بن وائل کے بھائی اعشیٰ نے یہ اشعار کہے تھے: "اس نے ایک معاملہ دیکھا جس سے سینے تنگ ہو رہے تھے۔ عروہ نے حلیفوں کو برداشت کیا۔ جب اس طرح کا معاملہ ہوتا ہے تو مضبوط دل اور صبر کرنے والا ایسے ہی کرتا ہے اس نے تین سو پالتو اور خوب سفر کرنے والے اونٹ دیت کے طور پر دیئے۔"[10]

علامہ واقدیؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صحابہ کی حیرت انگیز عقیدت کا یہ منظر دیکھ کر عروہ ثقفی کے دل پر خاص اثر ہوا، چنانچہ واپس جا کر انہوں نے قریش سے بیان کیا کہ میں بادشاہوں کے درباروں میں گیا ہوں، لیکن محمد ﷺ کے ساتھ ان کے ساتھیوں کو جو عقیدت ہے اور جس قدر وہ لوگ ان کا احترام کرتے ہیں وہ کسی بادشاہ کو نصیب نہیں ہے۔ میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے بھی دربار دیکھے ہیں، لیکن عقیدت و وارفتگی کا یہ منظر کہیں نظر نہیں آیا:

- جب آپ ﷺ اپنا لعاب دہن پھینکتے ہیں تو ان کے ساتھی لعاب کو زمین پر گرنے سے پہلے پکڑ کر اپنے ہاتھوں اور چہروں پر مل لیتے ہیں۔
- اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو لوگ اس پانی کو زمین پر گرنے سے پہلے ہاتھوں میں لے کر اپنے پورے جسم پر مل لیتے ہیں۔ اور اس پانی پر اس طرح ٹوٹ پڑتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے لیے کشت و خون ہو جائے گا۔ جب وہ کوئی حکم دیتے ہیں تو ہر شخص اس کو تعمیل کے لیے دوڑتا ہے۔
- جب وہ بولتے ہیں تو مجلس میں سناٹا چھا جاتا ہے، کوئی شخص ان کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتا۔ عروہ بن مسعود کہتے ہیں کہ میں ان لوگوں سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ جان لو اگر تم تلوار کا ارادہ رکھتے ہو تو وہ تمہارے خلاف اسے چلانے کو بھی تیار ہیں۔
- میں نے ان لوگوں کو دیکھا ہے کہ جب وہ اپنے سردار یعنی حضرت محمد مصطفی ﷺ کی حفاظت کریں گے تو انہیں اس کی کوئی پرواہ نہیں ہو گی کہ ان کے ساتھ کیا ہو گا۔

اللہ کی قسم! میں نے ان کے ساتھ ایسی عورتیں بھی دیکھیں ہیں اگر صرف وہی ہوں تو وہ ہر حال میں ان کی حفاظت کریں گی۔ لہٰذا، اے قریش! غور و فکر کر لو اور تمام پہلوؤں کی جانچ کر لو، اور ان کی پیشکش کو قبول کر لو۔ ایسے شخص نے ایک معقول صورت پیش کی ہے، تم کو اسے قبول کر لینا چاہیے، میں تمہارا خیر خواہ ہوں اور مجھے یہ ڈر بھی ہے کہ اس کے خلاف تمہاری مدد نہ کی جائے۔ اس لئے کہ وہ ایک شخص ہے جو اس گھر میں آتا ہے وہ اس کی تعظیم کرتا ہے اس کے ساتھ ہدی کے جانور ہیں جن کو وہ قربان کرے گا اور لوٹ جائے گا۔ قریش نے کہا: اے ابو یعفور! تم یہ بات نہ کرو اگر تمہارے علاوہ کوئی اور یہ بات کرتا تو ہم اسے ملامت کرتے، ہم اس سال انہیں بیت اللہ نہیں آنے دیں گے، وہ لوٹ جائیں اور آئندہ سال آئیں۔[11]

ابن مسعود ثقفی کی صلح کے لیے مخلصانہ کوششیں، اس کا ایک دانا، مدبر اور مصلحت پسند انسان ہونے کا ثبوت ہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں بھی حق گوئی، خون ریزی سے بچانا اور حق کا ساتھ دینا ایک یادگار اور تاریخی عمل ہے۔ زمانہ کفر میں بھی ان کا یہ عمل اسلام کی خدمت کا ایک نقشہ پیش کرتا ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفی

نسب نامہ: مغیرہ بن شعبہ بن ابی عامر بن مسعود بن معتب بن مالک ن کعب بن عمرو بن سعد بن عوف بن قیس ثقفی، کنیت: ابو عبداللہ، ایک روایت میں ''ابو عیسیٰ'' بھی ہے اور ''ابو محمد'' بھی ہے۔ ان کا تعلق قبیلہ بنو ثقیف کی شاخ ''بنی احلاف'' سے تھا۔ ان کی والدہ کا نام امامہ بنت الافقم، جن کا تعلق بنی نصر بن معاویہ سے تھا۔ غزوۂ خندق کے بعد مشرف بہ اسلام ہوئے۔ بیعت رضوان میں شرکت کی۔ انہیں ''مغیرۃ الرائے'' کہا جاتا تھا، بڑے دانا، زیرک، معاملہ فہم، ذہین اور ہوشیار طبیعت کے مالک تھے، ان کے دل میں کبھی کوئی معاملہ الجھتا نہیں تھا اور وہ ہمیشہ ایک راستہ نکال لیتے تھے۔[12]

ابن سعد بیان کرتے ہیں کہ: حضرت مغیرہؓ بن شعبہ لمبے قد، سرخی مائل اور گھنگریالے بالوں والے تھے، سر کے بالوں میں مانگ نہیں نکالتے تھے، ان کے ہونٹ پتلے اور دانتوں میں فاصلہ تھا، قوی الجثہ، چوڑے ماتھے، مضبوط بازوؤں اور چوڑے شانوں والے تھے، بالوں پر مہندی کا خضاب لگاتے تھے، جو ان کی وجاہت میں مزید اضافہ کرتا تھا۔[13]

مشہور واقعہ: مغیرہ بن شعبہ فرماتے ہیں کہ: ہم ایک عرب قوم تھے، اپنے دین پر مضبوطی سے قائم تھے، اور لات (بت) کے خادم تھے۔ میں نے سوچا کہ اگر میرا قبیلہ اسلام قبول کر بھی لے تو میں ان کی پیروی نہ کروں گا۔ وقوعہ کچھ یوں ہے کہ: مغیرہ، بنی مالک کے لوگوں کے ساتھ مصر کے حکمران مقوقس کو ملنے کے لئے گئے۔ مقوقس نے بنی مالک کو مغیرہ پر ترجیح دی اور ان کا اکرام کیا۔ واپسی کے دوران جب وہ بزاق پہنچے، تو بنی مالک نے شراب پینا شروع کی۔ مغیرہ نے شراب سے اجتناب کیا اور خود کو قابو میں رکھا، لیکن بنی مالک نشے میں مدہوش ہو گئے۔ اسی دوران مغیرہ نے ان پر حملہ کر کے انہیں قتل کر دیا۔ وہ تیرہ افراد تھے۔ جب دمون نے یہ منظر دیکھا تو وہ چھپ گیا کیونکہ اسے لگا کہ مغیرہ نے نشے کی حالت میں قتل کیا ہے۔ مغیرہ نے دمون کو پکارا، لیکن وہ سامنے نہیں آیا۔ مغیرہ لاشوں کو الٹ پلٹ کر دمون کو ڈھونڈنے لگا، لیکن جب اسے نہ پایا تو رونے لگا۔ دمون یہ دیکھ کر مغیرہ کے پاس آیا۔ مغیرہ نے پوچھا: تم کہاں غائب ہو گئے تھے؟ دمون نے کہا: مجھے خوف تھا کہ تم مجھے بھی قتل کر دو گے جیسا کہ تم نے دوسروں کو قتل کیا۔ مغیرہ نے کہا: میں نے بنی مالک کو اس لیے قتل کیا کیونکہ مقوقس نے ان کا اکرام کیا اور مجھے نظرانداز کیا۔ مغیرہ نے بنی مالک کے مال واسباب کو لوٹ لیا اور مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس مال کا خمس نہیں لوں گا کیونکہ یہ غداری ہے۔ پھر مغیرہ نے اسلام قبول کر لیا۔[14]

دوسری جانب الشرید مکہ پہنچا اور اس واقعے کی خبر ابو سفیان بن حرب کو خبر دی گئی۔ ابو سفیان نے معاویہ بن ابو سفیان کو عروہ بن مسعود کے پاس یہ خبر پہنچانے کے لیے بھیجا۔ عروہ نے مسعود بن مالک کو بتایا کہ مغیرہ نے آپ کے تیرہ افراد کو قتل کر دیا ہے۔ مسعود، بنی مالک کے پاس گیا اور کہا: بنی مالک، مغیرہ بن شعبہ نے تمہارے بھائیوں کو قتل کیا ہے۔ میری بات مانو اور ان کی دیت قبول کرو، یہ تمہارے ہی قبیلے اور خاندان کے لوگ ہیں۔ انہوں نے کہا: ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ واللہ، ہم ان کے ساتھ صلح نہیں کریں گے جب تک کہ احلاف (حلیف قبیلے) بھی اس پر راضی نہ ہوں۔ آخر کار تمام حلیف رضامند ہو گئے تو مسعود بن مالک نے کہا: تم پر تیرہ دیتیں واجب ہیں، کیونکہ مغیرہ نے تیرہ افراد کو قتل کیا ہے، ان کی دیت ادا کرو۔ عروہ نے کہا: میں دیت ادا کروں گا، یہ میری ذمہ داری ہے، پھر دونوں قبیلوں میں صلح ہو گئی۔ اس موقع پر بنی بکر وائل کے شاعر اعشی نے کہا: "تحمل عروة الأحلاف لما ثلاث مئين عادية، والفاً أي أمراً، تضيق به الصدور، كذلك يفعل الجلد۔" (اس نے ایک معاملہ دیکھا جس سے سینے تنگ ہو رہے تھے۔ عروہ نے حلیفوں کو برداشت کیا، جب اس طرح کا معاملہ ہوتا ہے تو مضبوط دل اور صبر کرنے والا ایسے ہی کرتا ہے اس نے تین سو پالتو اور خوب سفر کرنے والے اونٹ دیت کے طور پر دیئے۔[15]

ابن کثیر اپنی کتاب "السیرة النبویة ﷺ" میں لکھتے ہیں کہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں ابو جہل کے ساتھ مکہ میں ایک راستے پر جا رہا تھا کہ سامنے سے ایک نوجوان ہماری طرف آتا ہوا نظر آیا۔ قریب آکر اس نے کہا: "اے ابو الحکم! اللہ اور اس کے رسول کی طرف آجاؤ میں تمہیں اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف دعوت دیتا ہوں، یہ سن کر ابو جہل غصے سے تلملا اٹھا اور اس نے کہا: اے محمد! تم وہی تو ہو جو ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتے ہو۔ مجھ سے امید رکھتے ہو کہ میں آپکی تصدیق کروں، سن لو ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔" حضرت مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے پہلی مرتبہ آنحضور ﷺ کو اسی موقع پر دیکھا تھا۔[16]

وہ پہلی نظر اتنی متاثر کن تھی کہ یہ ثقفی سردار زندگی بھر اسے فراموش نہ کر سکا۔ یہ مغیرہ ثقفی حالت کفر میں اس قدر ضدی اور متکبر تھے کہ کسی طرح بھی اسلام

قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے، مگر منفرد مزاجی اور حالات وواقعات نے انہیں دربار نبوی ﷺ میں پہنچا کر ہمیشہ کے لئے رضی اللہ عنھم ورضواعنہ کے لقب سے بہرہ مند فرمادیا۔اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ بنو ثقیف قبل از اسلام کس قدر سخت دل اور جنگجو تھے۔

اخنس (ابی) بن شریق ثقفی

نسب نامہ:اخنس بن شریق بن عمرو بن وہب بن علاج بن ابی سلمیٰ بن عبدالعزیٰ بن غیرہ بن عوف بن ثقیف، کنیت:ابو ثعلبہ، لقب: اخنس، ان کے تین بیٹے تھے: عمیر بن اخنس،اسید بن اخنس،المغیرہ بن اخنس۔[17]

لقب اخنس رکھے جانے کا سبب یہ تھا کہ حضرت اخنس بن شریق مکہ میں رہائش پذیر تھا۔ مگر نسلاً خاندان بنو ثقیف میں سے تھا اور بنو زہرہ کا حلیف تھا۔(حلیف اس شخص کو کہتے ہیں جس سے قسم (حلف) کی دوستی ہو،اہل عرب میں باہم حلف اٹھا کر دوستی کے عہد کرنے کا دستور تھا۔یہ زمانہ جاہلیت کا رواج تھا۔)ان کا اصل نام ابی بن شریق ثقفی تھا، مگر جب انہوں نے جنگ بدر میں بنو زہرہ کے لوگوں کو مکہ لوٹ جانے کا مشورہ دیا اور انہوں نے ان کے مشورے کو مان لیا اور میدان بدر میں مسلمانوں سے جنگ کرنے کی بجائے واپس مکہ لوٹ آئے۔ تو یہ چرچا ہونے لگا کہ ابی بن شریق ثقفی نے بنی زہرہ کو واپس مکہ پلٹ جانے کا مشورہ دیا ہے۔ جو انہوں نے مان لیا ہے۔اسی وقت سے ان کا لقب اخنس رکھا گیا۔ جس کے معنی ہیں،لوٹ آنے والا،پلٹ جانے والا۔ بعد میں اخنس بن شریق کے نام سے مشہور ہوگئے۔ چنانچہ اخنس ثقفی اپنے حلیف قبیلہ بنی زہرہ کے تین سو افراد لے کر وہاں سے واپس مکہ آگیا اور ایک زہری بھی جنگ میں شریک نہ ہوا۔اسی طرح بنی عدی سے بھی کوئی فرد جنگ میں شامل نہ ہوا۔ جنگ بدر میں ان کا ایک بھی فرد قتل نہیں ہوا۔اس کے بعد اخنس ثقفی مسلمان ہوگئے،یہ مولفۃالقلوب میں سے تھے۔[18]

اخنس ثقفی، مکہ مکرمہ اور قریشی امور میں سیادت وسرداری کے درجات پر فائز تھے اور مکہ کی قومی سیاست میں بڑی اہمیت رکھتے تھے۔ان کی اہمیت کا اندازہ درج ذیل باتوں سے لگایا جاسکتا ہے۔

- ''غزوہ بدر میں اکابر قریش کی موجودگی میں کاروان بنی زہرہ کا واپسی کا مشورہ قبول کرنا۔''
- ''حضرت ابو بصیر ثقفی کے قریشی سفیر کے قتل کی دیت دینے سے انکار کرنا۔''
- ''سفر طائف سے واپسی کے بعد حضرت محمد ﷺ نے سب سے پہلے اخنس ثقفی سے جوار (پناہ) طلب کی تھی۔ لیکن اخنس بن شریق نے یہ کہہ کر معذرت کی'': ''**اناحلیف والحلیف لایجیر**''(میں خود حلیف ہوں اور حلیف جوار نہیں دیتے)۔[19]

حضرت اخنس بن شریق ثقفی کے دوستانہ روابط قریش کے تمام اکابر اور شیوخ سے بھی تھے۔ان میں مشہور ترین درج ذیل ہیں'': ابو سفیان بن حرب اموی، عمرو بن ہشام المعروف ابو جہل مخزومی،ان کے عزیز ترین دوست تھے۔تاریخ وسیرت اور حدیث میں ان تینوں کا ایک بہت دلچسپ واقعہ آیا ہے۔ وہ مکہ مکرمہ کی سماجی اور سیاسی زندگی کا ایک اہم اشاریہ بھی ہیں اور اسلام اور حضور مکرم ﷺ سے ان کے تعلقات کا ایک باب بھی۔

ابو محجن (عمرو بن حبیب) ثقفی

نسب نامہ: ابو محجن بن عمرو بن عمیر بن عوف ابن عقدہ بن غیرہ بن عوف بن ثقیف، اصل نام: عمرو بن حبیب اور کنیت ابو محجن، جاہلی زمانہ کے مشہور و معروف شاعر، نہایت شجاع اور جنگجو تھے۔ محاصرہ طائف کے دوران ایک روز فصیل کے اوپر کھڑے ہو کر ابو محجن نے بلند آواز سے کہا: "اے محمدؐ کے پیروکارو! تم جن سے لڑتے رہے ہو وہ لڑنا نہیں جانتے تھے ہم بہت سخت لوگ ہیں اور ہمارا باپ بھی بڑا سخت تھا۔ اس لئے اس کا نام قسیٰ تھا۔ قسیٰ القلب یعنی پتھر دل۔ جب تک ہماری جان میں جان ہے، ہم تمہاری اطاعت نہیں کریں گے اور تمہارا مقابلہ کریں گے۔ طائف کا قلعہ اتنا مضبوط ہے کہ تم اس پر قبضہ نہیں کر سکتے۔ حضرت عمرؓ نے اس کے جواب میں کہا: تم اپنے بل میں گھسے ہوئے لومڑ کی طرح ہو۔ ہم تمہارے معاشی ذرائع کو کاٹ ڈالیں گے تو لومڑ بھٹ سے خود بخود باہر آ جائے گا۔"[20]

ابو محجن نے کہا: اے ابن خطاب! اگر تم انگوروں کی بیلیں کاٹ دو گے تو پانی اور مٹی میں اتنی طاقت ہے جو اسے دوبارہ اگا دے گی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: تم اتنی طاقت نہیں رکھتے ہو کہ پانی اور مٹی کی طرف نکل سکو۔ ہم تمہارے سوراخ کے دروازے سے تمہارے مرنے تک جدا نہیں ہوں گے۔ حضرت عمرؓ کو اس دوران معلوم نہیں تھا کہ آپ ﷺ نے محاصرہ اٹھا لینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

حضرت ابو بکرؓ نے انہیں آ کر کہا کہ "اے عمرؓ! ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ اللہ نے اپنے نبیؐ کو طائف بزور شمشیر فتح کرنے کی اجازت نہیں دی۔ انھوں نے پوچھا کہ کیا آپ ﷺ نے خود یہ بات فرمائی ہے تو جواب ملا ہاں۔ دراصل نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اشارہ ملا تھا کہ بنو ثقیف جلد اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔ عام صحابہ کرامؓ کی رائے تھی کہ ایک طاقتور دشمن کو وادیٔ حنین میں شکست دینے کے بعد اب بنو ثقیف کو شکست دینا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے مگر جب آپ ﷺ کی رائے کا علم ہوا تو سب نے خاموشی اختیار کی اور محاصرہ اٹھا لیا گیا۔[21]

کنانہ بن عبد یالیل ثقفی

شجرۂ نسب: کنانہ بن عبد یالیل بن عمرو بن عمیر بن عوف بن عقدہ بن غیرہ بن عوف بن قسی (ثقیف)، ابن حجر عسقلانی الاصابہ میں بیان کرتے ہیں کہ کنانہ ثقفی بنی ثقیف کے سردار تھے اور ان معززین میں شامل تھے جو محاصرہ طائف کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور مسلمان ہوئے۔ یہ لوگ عروہ بن مسعود کو قتل کر چکے تھے۔ ابن اسحاق اور کئی دوسرے آئمہ کرام نے ذکر کیا ہے کہ کنانہ کے علاوہ سارا وفد مسلمان ہو گیا تھا، اس نے کہا کہ کوئی قریشی شخص میرا سربراہ نہیں ہو سکتا اور اس کے بعد وہ نجران چلا گیا، پھر روم چلا گیا، وہاں حالت کفر میں دنیائے فانی سے کوچ کر گیا۔ مدائنی اور عبد البر نے حنظلہ بن ابی عامر راہب کی سوانح حیات میں ذکر کیا ہے کہ ابی عامر قیصر روم کی سلطنت میں آباد ہو گیا اور مسلمانوں کو نیچا دکھانے کی ہر ممکن کوشش کرتا رہا، اس وقت وہ عیسائیت قبول کر چکا تھا، اس کا انتقال ۱۰ھ کو سلطنت روم میں ہوا۔ اس کی میراث پر علقمہ بن علاثہ عامری اور کنانہ بن عبد یالیل میں جھگڑا ہو گیا۔ ہرقل بادشاہ نے وراثت کا حقدار کنانہ ثقفی کو ٹھہرایا۔ کیونکہ ابی عامر کی طرح وہ اہل مدر میں سے ہیں اور وہ وفد ثقیف کے مدینہ سے واپس آنے اور اپنے شہروں کی طرف لوٹ جانے کے بعد مرا، واللہ اعلم۔[22]

الواقدی بیان کرتے ہیں: ''محاصرۂ طائف کے دوران حضرت خالدؓ اور کئی دوسرے صحابہؓ اپنی فوج سے باہر نکل کر بنو ثقیف کو مبارزت کے لئے بار بار بلاتے رہے مگر کسی کو مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی۔ ثقیف کے سردار کنانہ بن عبد یالیل بن عمرو نے قلعے کے اندر سے آواز دی اور کہا: ہم اپنے قلعے میں محفوظ رہنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ ہم جنگ کے لئے ہر گز باہر نہیں نکلیں گے، اگر تم کو مقابلہ کرنا ہے تو اندر آؤ۔ ہمارے پاس اتنا راشن موجود ہے کہ ہم سال بھر تمہارا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ تم اتنا عرصہ یہاں نہیں ٹھہر سکتے۔''مسلمان باہر سے ان لوگوں پر تیر برساتے اور وہ قلعہ کے اندر سے مسلمانوں پر تیر افگنی کرتے رہے یہاں تک کہ دونوں طرف سے کثیر تعداد میں لوگ زخمی ہو گئے اور مسلمان مجاہدین میں سے متعدد افراد نے رتبہ شہادت حاصل کیا۔[23]

عبد الرحمٰن السہیلی الروض الانف میں بیان کرتے ہیں کہ غزوہ حنین میں فتح حاصل کرنے کے بعد جب رسول اللہ ﷺ نے طائف کی طرف سفر کا ارادہ فرمایا تو شاعر رسول حضرت کعب بن مالکؓ نے محاصرۂ طائف کے دوران خاندان بنو ثقیف کو مخاطب کرتے ہوئے آپ ﷺ کی شان اقدس میں کچھ اشعار کہے جو کہ درج ذیل ہیں:

"تَخَالُ جَدِيّةَ الْأَبْطَالِ فِيهَا	غَدَاةَ الزّحْفِ جَادِيًا مَدُوفَا	أَجِدّهُمْ أَلَيْسَ لَهُمْ نَصِيحٌ،
مِنْ الْأَقْوَامِ كَانَ بِنَا عَرِيفَا	يُخَبّرُهُمْ بِأَنّا قَدْ جَمَعْنَا	عِتَاقَ الْخَيْلِ وَالنّجُبَ الطّرُوفَا
وَ أَنّا قَدْ أَتَيْنَاهُمْ بزحف	يحيط بسور حصنهم صفوفا	رئيسم النّبِيّ وَكَانَ صُلْبًا،
نَقِيّ الْقَلْبِ مُصْطَبِرًا عَزُوفَا	رَشِيدُ الْأَمْرِ ذُو حُكْمٍ وَعِلْمٍ	وَحِلْمٍ لَمْ يَكُنْ نَزِقًا خَفِيفَا
نُطِيعُ نَبِيّنَا وَنُطِيعُ رَبّا	هو الرّحمن كان بنا رؤفا	فَإِنْ تُلْقُوا إلَيْنَا السّلْمَ نَقْبَلْ،
وَنَجْعَلْكُمْ لَنَا عَضُدًا وَرِيفَا	وَإِنْ تَأْبَوْا نُجَاهِدْكُمْ وَنَصْبِرْ	وَلَا يَكُ أَمْرُنَا رَعِشًا ضَعِيفَا
نُجَالِدُ مَا بَقِينَا أَوْ تُنِيبُوا	إلَى الْإِسْلَامِ إذْعَانًا مُضِيفَا	لِأَمْرِ اللهِ وَالْإِسْلَامِ حَتّى،
يَقُومَ الدّينُ مُعْتَدِلًا حَنِيفَا	وَتُنْسَى اللّاتُ وَالْعُزّى وَوَدّ	وَنَسْلُبُهَا الْقَلَائِدَ وَالشّنُوفَا
فَأَمْسَوْا قَدْ أَقَرّوا وَاطْمَأَنّوا	وَمَنْ لَا يَمْتَنِعْ يَقْبَلْ خسوفا "[24]	

(اور یہ کہ ہم نے ان کے قلعے کے گرد صفیں باندھ کر لشکر بھیج دیا ہے۔ ہمارے قائد نبیؐ ہیں، جو مضبوط ارادے والے، پاک دل، صبر کرنے والے اور دنیا سے بے رغبت ہیں، وہ دانشمند، معاملہ فہم اور علم و حکمت کے حامل اور بردبار ہیں، آپؐ ہلکی طبیعت یا جلد غصہ کرنے والے نہیں۔ ہم اپنے نبیؐ کی اطاعت کرتے ہیں اور اپنے رب کی، جو رحمٰن اور ہم پر شفقت کرنے والا ہے۔ اگر تم صلح کی پیشکش کرو تو ہم قبول کر لیں گے اور تمہیں اپنا حلیف اور مددگار بنا لیں گے اور اگر تم انکار کرو گے تو ہم تم سے جہاد کریں گے اور صبر سے کام لیں گے اور ہمارا عزم متزلزل اور کمزور نہیں۔ جب تک ہم زندہ رہیں گے ہم جنگ کرتے رہیں گے، جب تک تم اسلام کے سامنے جھک نہ جاؤ۔ یہاں تک کہ دین حنیف قائم و دائم ہو جائے گا۔ لات، عزیٰ اور ''ود'' کو بھلا دیا جائے گا اور ہم ان کے زیورات اور شان و شوکت چھین لیں گے، پھر انہیں قرار اور طمانیت نصیب ہو جائے اور جو لوگ باز نہ آئیں وہ ذلت و خواری قبول کریں۔)

یہ اشعار بنی ثقیف کے سردار اور شاعر کنانہ بن عبد یالیل بن عمرو بن عمیر کے ہیں، جو اپنی قوم کی بہادری، استقامت اور سرزمین سے وابستگی کا اظہار کرتے ہیں، اس نے محاصرہ طائف کے دوران حضرت کعبؓ کے اشعار کا جواب کچھ اس انداز میں دیا:

"مَنْ كَانَ يَبْغِينَا يُرِيدُ قِتَالَنَا فَإِنّا بِدَارٍ مَعْلَمٍ لَا نَرِيمُهَا"

"وَجَدْنَا بِهَا الْآبَاءَ مِنْ قَبْلِ مَا تَرَى وَكَانَتْ لَنَا أَطْوَاؤُهَا وَكُرُومُهَا"

"وَقَدْ جَرّبَتْنَا قَبْلُ عَمْرُو بْنُ عَامِرٍ فَأَخْبَرَهَا ذُو رَأْيِهَا وَحَلِيمُهَا"

"وَقَدْ عَلِمَتْ إنْ قَالَتْ الْحَقّ أَنّنَا إذَا مَا أَبَتْ صُعْرُ الْخُدُودِ نُقِيمُهَا"

"نُقَوّمُهَا حَتّى يَلِينَ شَرِيسُهَا وَيُعْرَفُ لِلْحَقّ الْمُبِينِ ظَلُومُهَا"

"عَلَيْنَا دِلَاصٌ مِنْ تُرَاثِ مُحَرّقٍ كَلَوْنِ السّمَاءِ زَيّنَتْهَا نُجُومُهَا"

"نُرَفّهُهَا عَنّا بِبِيضٍ صَوَارِمٍ إذَا جرّدت في غمرة لا نشيمها"[25]

(ہماری قوم اپنے مقام اور سرزمین پر مضبوطی سے قائم ہے۔ اگر دشمن ہمیں تلاش کرے گا تو ہمیں اپنی جگہ پر مضبوط اور ثابت قدم پائے گا۔ یہ سرزمین ان کے لیے ہمیشہ سے زرخیز رہی ہے اور ان کے آباؤاجداد بھی یہاں رہ کر خوشحال رہے ہیں۔ ہمیں عمرو بن عامر پہلے ہی آزما چکے ہیں، اور اس کے عقل مند اور بردبار لوگوں نے ہمیں جانچ لیا ہے۔ اور یہ بات حق ہے کہ اگر کوئی سرکشی کرتا ہے تو ہم اسے سیدھا کر دیتے ہیں۔ وہ ظالموں کو حق کا راستہ دکھاتے ہیں اور سرکشی کو ختم کرتے ہیں۔ ان کے پاس بہترین اور مضبوط زرہیں ہیں، جو نہ صرف مضبوط ہیں بلکہ خوبصورت بھی ہیں۔ ان کی تلواریں میدان جنگ میں فتح کے لیے نکلتی ہیں اور دشمن کو شکست دے کر ہی واپس آتی ہیں۔)

ان اشعار میں کنانہ ثقفی اپنے قبیلے کی جنگی مہارت اور وراثتی افتخار کا ذکر کرتے ہوئے اپنے دشمنوں کو خبردار کرتا ہے کہ وہ کسی بھی قسم کی جارحیت کے لیے تیار ہیں اور سرکشی کو ختم کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

غیلان بن سلمہ ثقفی

شجرۂ نسب: غیلان بن سلمہ بن معتب بن مالک بن کعب بن عمرو بن سعد بن عوف بن ثقیف بن منبہ بن بکر بن ہوازن، اولاد: ۱۔ عامر بن غیلان ۲۔ عمار بن غیلان ۳۔ نافع بن غیلان، ۴۔ بادیہ بنت غیلان، ان کا شمار ثقیف کے رؤسا میں ہوتا تھا، تاجر تھے، غزوۂ طائف کے بعد خود اسلام قبول کیا۔ تاجر، نامور شاعر اور اللہ کی عبادت کرنے والے تھے۔[26] عسقلانی ''الاصابہ'' میں لکھتے ہیں کہ: ان کے بارے میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

"وَ قالُوا لَوْ لا نُزِّلَ ہذَا الْقُرْآنُ عَلى رَجُلٍ مِنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظيمٍ۔"[27]

(اور کہنے لگے: یہ قرآن (مکہ اور طائف کی) دو بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی یعنی کسی سردار وڈیرے اور مالدار پر کیوں نہیں اتارا گیا۔)

ابن عباسؓ نے ان کے اشعار بیان کئے ہیں۔ کسریٰ ایران کے دربار میں وفد کے ساتھ حاضر ہوئے۔ جن میں قریش کی جماعت سے ابو سفیان بھی شامل تھے۔ شاہ ایران، غیلان کی گفتگو سے متاثر ہوا، اس کی دانائی پر تعجب کا اظہار کیا۔[28]

ابو سفیان نے قافلے والوں سے کہا کہ اس سفر میں تو ہمیں بہت بڑا خطرہ ہے کیونکہ ہم بادشاہ کی اجازت کے بغیر اس کے شہر میں آگئے ہیں۔ اس کا شہر ہمارے لئے تجارت گاہ نہیں ہے۔ تم میں سے کون قافلے کو لے کر جائے گا۔ ہم بری الذمہ ہیں اگر اس کا مال چھن جائے یا اس کو قتل کر دیا جائے، اگر کوئی شخص قافلے کو بچالے تو اس کے لیے نصف نفع ہے۔ غیلان نے کہا کہ میں قافلہ کو اپنے ہمراہ لے جاکر بچاؤں گا، سارا قافلہ اس بات پر راضی ہو گیا۔[29]

غیلان ایک خوبصورت نوجوان تھا۔ وہ کسریٰ کے دربار میں پیش ہوا۔ بادشاہ کے ترجمان نے پوچھا کہ بادشاہ کہتا ہے کہ: تم میرے شہر میں میری اجازت کے بغیر کیسے داخل ہوئے؟ غیلان نے کہا:

- ہم آپ کے دشمن اور جاسوس نہیں ہیں۔
- آپ کے شہر میں صرف تجارت کی غرض سے آئے ہیں، اگر مناسب ہو تو یہ جو تجارتی اشیاء ہم لے کر آئے ہیں ان کو خرید لیں، اگر آپ نے نہیں خریدنی، تو تجارتی سامان کے ساتھ ہم واپس لوٹ جائیں گے۔

وہ ترجمان سے گفتگو کر رہا تھا۔ اسی اثنا میں اس نے شاہ کسریٰ کی آواز سنی اور سجدہ کیا۔ ترجمان نے کہا: کہ تم نے سجدہ کس وجہ سے کیا ہے؟ تو غیلان بن سلمہ نے جواب دیا: میں نے وہ بلند آواز سنی جس سے آوازیں بلند نہیں ہوتیں یعنی کہ میں نے بادشاہ کی آواز سنی اور سجدہ کیا۔ اس پر شاہ فارس نے شکریہ ادا کیا اور اس کو تکیہ دینے کا حکم دیا، تاکہ وہ اس پر بیٹھ جائے، تکیہ میں اس نے بادشاہ کی صورت دیکھی تو اسے اپنے سر پر رکھ لیا تو ترجمان نے پوچھا کہ: یہ تکیہ ہم نے بیٹھنے کے لیے دیا، آپ نے اس کو اپنے سر پر رکھ لیا ہے تو جواب دیا: کہ میں نے اس میں بادشاہ کی تصویر دیکھی تو اس لئے مناسب نہیں سمجھا کہ اس پر بیٹھوں، میں نے شاہ فارس کی تصویر کو عزت دی اور اسے اپنے سر پر رکھا، ان سب باتوں سے شاہ ایران بہت خوش ہوا، پھر وہاں کے تاجروں نے اس کا سامان دوگنی قیمت پر خریدا اور بادشاہ نے اس کے ساتھ کچھ بندے بھیجے، جنہوں نے طائف میں قلعہ تعمیر کیا، یہ پہلا قلعہ تھا جو طائف میں بنایا گیا۔[30]

ایک عجیب خبر ان سے مروی ہے کہ ان سے کسریٰ نے پوچھا کہ: تم اپنی اولاد میں سے سب سے زیادہ پیار کس سے کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: چھوٹے بچے سے یہاں تک کہ وہ جوان ہو جائے اور بیمار سے یہاں تک کہ وہ صحت مند ہو جائے اور غائب سے یہاں تک کہ وہ گھر واپس آجائے۔ شاہ فارس نے ان سے کہا: یہ تو تم حکیمانہ گفتگو کر رہے ہو، حالانکہ تم جنگل کے رہنے والے ہو، جن میں حکمت نام کی کوئی چیز نہیں۔ بادشاہ نے پوچھا: کہ تمہاری خوراک کیا ہے؟ اس نے کہا: کہ گیہوں کی روٹی، شاہ ایران نے کہا: کہ یہ عقل گیہوں کی روٹی ہی سے پیدا ہوتی ہے، دودھ اور کھجوروں سے پیدا نہیں ہوتی؟ غیلان بہت اچھے شاعر بھی تھے۔ حضرت عمرؓ بن خطاب کے آخر زمانے میں وفات پائی تھی۔[31]

عمرو بن امیہ ثقفی

نام و نسب: عمرو بن امیہ بن وہب بن معتب بن مالک بن کعب بن عمرو بن سعد بن عوف بن قسی (ثقیف)، ثقفی، کرم شاہ الازہری اپنی کتاب ''ضیاء النبی ﷺ'' میں بیان کرتے ہیں کہ عمرو بن امیہ ثقفی جو اپنے زمانے میں بہت ہی ذہین، زیرک و دانا تسلیم کیا جاتا تھا، اس نے اپنے قبیلے والوں کو حکم دیا کہ اگر مسلمانوں کی طرف

سے تمہیں قلعہ سے باہر نکل کر جنگ کرنے کی دعوت دی جائے تو تم اسے ہر گز قبول نہ کرنا۔ مسلمانوں کو یہاں ٹھہرے رہنے دو جتنا وہ ٹھہر سکتے ہیں۔ جب قبیلہ بنو ثقیف مسلمان ہوا تو یہ بھی ان میں شامل تھے۔ اہل طائف نے اس جگہ پر جہاں سرور کائنات سرکار دو عالم ﷺ نے قیام کیا تھا اور نمازیں ادا کیں تھیں، مسجد بنوائی تھی۔ عمرو بن امیہ ثقفی جزیرہ عرب کا ماہر منجم تھا اور طائف شہر کا رہنے والا تھا یہ شخص علم نجوم میں ید طولی رکھتا تھا۔ علمی طریقہ سے ستاروں کی رفتار، اوقات طلوع و غروب اور ان کے اثرات سے وہ آگاہ تھا۔ ستاروں کی حرکات و سکنات کا تجزیہ کرنے کے لئے اس نے رصد گاہ بنائی ہوئی تھی۔''[33,32]

علی بن برہان الدین سیرت حلبیہ میں بیان کرتے ہیں کہ عرب میں پہلے لوگ جنھوں نے ستاروں کو ٹوٹتے یعنی ان کے ذریعے شیطانوں کو مارے جاتے ہوئے دیکھا ،وہ بنی ثقیف کے لوگ تھے۔ یہ لوگ یہ نئی بات دیکھ کر گھبرائے اور فوراً اپنے ایک عالم کے پاس آئے جن کا نام عمرو بن امیہ ثقفی تھا۔ یہ شخص عرب میں انتہائی عقلمند اور دانا آدمی سمجھا جاتا تھا۔ یہ اندھا تھا اور لوگوں کو ہونے والے واقعات کے متعلق خبریں دیا کرتا تھا، ان لوگوں نے عمرو سے آکر کہا: اے عمرو! کیا تم نے نہیں سنا کہ آسمانوں میں ستارے پھینکنے اور مارنے کی جیسی عجیب اور نئی بات پیش آرہی ہے؟ اس نے کہا: بے شک سنا ہے، اس لئے دیکھو! اگر یہ ٹوٹنے والے ستارے، وہ مشہور ستارے ہیں جن کے ذریعے خشکی اور سمندروں میں لوگ راستے یعنی سمتیں معلوم کرتے ہیں اور جن سے گرمی اور سردی کے موسموں کا پتہ چلایا جاتا ہے تو سمجھ لو کہ اس دنیا کے انجام اور اس مخلوق کے تباہ ہونے کا وقت آچکا ہے، لیکن اگر یہ مشہور ستارے اپنی جگہوں پر موجود ہیں اور ٹوٹنے والے ستارے ان کے علاوہ دوسرے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ: ''کوئی اہم اور نیا واقعہ پیش آنے والا ہے جو اللہ تعالی اپنی مخلوق کے سامنے لانا چاہتا ہے اور کوئی نبی عرب میں ظاہر ہونے والا ہے جس کے بارے میں چرچے بھی ہیں۔''[34]

حارث بن کلدہ ثقفی

نام و نسب؛ حارثؓ بن کلدہ بن عمرو بن علاج بن ابی سلمہ بن عبد العزیٰ بن غیرۃ بن عوف بن (قسی) ثقیف ثقفی، ان کے چار بیٹے تھے: 1۔ عبد اللہ بن حارث بن کلدہ، 2۔ الحارث بن حارث، 3۔ نافع بن حارث، 4۔ ابو بکرہ نفیع بن حارث۔[35] حارث بن کلدۃ طائف کے رہنے والے ایک مشہور طبیب تھے۔ انہوں نے مختلف ملکوں کا سفر کیا اور فارس کے علاقے جندیسابور میں ماہر اطباء اور حکماء سے طب کی تعلیم حاصل کی، جہاں انہوں نے طبّی مہارتوں میں خوب مشق کی اور اس سے مال کمایا۔ فارس کے لوگوں نے ان کی مہارت کا اعتراف کیا اور انہوں نے وہاں کے بعض معزز لوگوں کا علاج کیا، جو شفایاب ہوئے اور انہوں نے حارث کو مال اور ایک لونڈی دی، جس کا نام حارث نے ''سمیہ'' رکھا۔ ابو بکرہ نفیع بن حارث ثقفی اور نافع بن حارث بن کلدہ ثقفی، ان کے بیٹے ہیں، جو سمیہ سے پیدا ہوئے۔[36] حارث بن کلدہ بیماریوں کی تشخیص اور ان کے علاج کے فن میں ماہر تھے اور عرب کی روایتی عادات و اطوار اور طبّی ضروریات سے گہری واقفیت رکھتے تھے، اس بناء پر ان کی دور دور تک شہرت تھی۔ حساس طبیعت کے مالک تھے اور موسیقار بھی تھے۔ عود (ایک قسم کا ساز) بجانے کا فن بھی جانتے تھے، جسے انہوں نے فارس اور یمن سے سیکھا تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ، خلفائے راشدینؓ اور معاویہؓ کے دور تک حیات رہے۔ کہا جاتا ہے کہ معاویہؓ نے ان سے دریافت کیا: اے حارث! طب کی اصل کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ''ازم'' (پرہیز)، اسی طرح روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے پوچھا: دوا کی اصل کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ''ازم یعنی پرہیز۔''[37]

ان کا طبّی کمالات اور دیگر موضوعات پر کلام انتہائی قابل تحسین تھا۔ علم طب پر کسریٰ ایران کے ساتھ ان کا مشہور مکالمہ جس میں حارث نے نوشیر وان کے مختلف سوالوں کے جواب دیئے ہیں جو کہ درج ذیل ہے: روایت میں ہے کہ حارث بن کلدہ کو کسریٰ نوشیر وان کے دربار میں ملاقات کی اجازت ملی تو دربار میں پہنچ کر جب وہ کسریٰ کے سامنے کھڑے ہوئے تو کسریٰ نے سوال کیا: تم کون ہو؟ حارث نے جواب دیا: میں حارث بن کلدۃ ثقفی ہوں۔ کسریٰ نے پوچھا: تمہارا پیشہ کیا ہے؟ حارث نے کہا: طب، یعنی علاج معالجہ۔[38]

کسریٰ نے حیرت سے کہا: کیا تم عرب ہو؟ حارث نے فخر سے جواب دیا: ہاں، میں عرب کے خالص خون سے ہوں اور اس کی بہترین زمین سے تعلق رکھتا ہوں۔ کسریٰ نے طنزیہ انداز میں کہا: عرب ایک طبیب کا کیا کرے گی؟ وہ تو جاہل، کم عقل اور ناقص غذا استعمال کرنے والی قوم ہے! حارث نے پر حکمت انداز میں جواب دیا: اے بادشاہ! جب ان کی یہ صفات ہیں تو انہیں سب سے زیادہ ضرورت ہے کہ کوئی ان کی جہالت دور کرے، ان کی کجی (ٹیڑھا پن) درست کرے، ان کے جسموں کا علاج کرے اور ان کی صحت کی بحالی میں مدد دے، حارث بن کلدۃ نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا: عقلمند آدمی اپنی حالت کو بخوبی سمجھتا ہے، اپنی بیماری کی اصل وجہ پہچان لیتا ہے اور اپنی دانشمندانہ حکمت عملی کی بدولت بیماریوں سے بچاؤ کی تدابیر اپناتا ہے۔ کسریٰ نے انہیں چیلنج کرتے ہوئے کہا: تم کیسے یقین رکھتے ہو کہ جو طریقے تم اپنی ذات پر آزماتے ہو، وہ درست ہیں؟ اور اگر تم واقعی عقل مند ہوتے تو جاہلیت سے منسوب نہ کیے جاتے۔ حارث نے پر اعتماد لہجے میں جواب دیا: اے بادشاہ! عقل اللہ تعالی کی نعمت ہے، جو وہ اپنے بندوں میں اسی طرح تقسیم کرتا ہے جیسے رزق تقسیم کیا جاتا ہے۔ ہر ایک کو اس کی مقدر شدہ عقل دی جاتی ہے اور بعض کو اللہ نے اس میں خاص طور پر زیادہ حصہ دیا ہے۔ ان میں کچھ خوشحال ہیں اور کچھ مفلس، کچھ جاہل ہیں اور کچھ عالم، کچھ ناتوان ہیں اور کچھ چالاک وزیرک، یہ سب اس عزیز و علیم کی حکمت عملی کے تحت ہوتا ہے۔ کسریٰ، حارث کی دانشمندانہ باتوں سے متاثر ہوا، اور عربوں کی پسندیدہ عادتوں اور خصوصیات کے بارے میں پوچھا۔ حارث نے جواب دیا:

''اے بادشاہ! عرب دل کے کشادہ، بہادر اور جری ہوتے ہیں، ان کی زبان فصیح، گفتگو بلیغ اور ان کے نسب پاکیزہ اور معزز ہوتے ہیں، ان کی باتیں تیر انداز کے ترکش سے نکلے تیر کی طرح اثر رکھتی ہیں، جو بہار کی خوشگوار ہوا سے زیادہ دلکش اور شفاف پانی کی دھار سے زیادہ نرم ہوتی ہیں۔ وہ قحط سالی کے دوران بھی دوسروں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور جنگ کے میدان میں بہادری سے لڑتے ہیں۔ عرب کی عزت پر کوئی آنچ نہیں آتی، ان کا ہمسایہ ظلم و زیادتی کا شکار نہیں ہوتا، ان کی حرمت پامال نہیں کی جاتی، ان کے معزز لوگ ذلت کا سامنا نہیں کرتے اور وہ سوائے ایک عظیم بادشاہ کے کسی کی برتری قبول نہیں کرتے۔ ایسا بادشاہ جس کا نہ کوئی موازنہ ہو سکتا ہے اور نہ ہی کوئی عام آدمی یا حکمران اس کے برابر ہو سکتا ہے۔''[39]

کسریٰ نوشیر واں نے اپنے درباریوں کی جانب متوجہ ہو کر کہا: میں نے اسے نہایت معتبر پایا ہے، اپنی قوم کی تعریف کرنے والا، ان کی عظمت کا بیان کرنے والا اور اپنے ہر قول میں سچا۔ پھر کسریٰ نے کہا: عقلمند وہی ہوتا ہے جسے زندگی کے تجربات نے پختہ کر دیا ہو۔ کسریٰ نے طبّی مہارت کے بارے استفسار کیا: حارث نے اعتماد سے جواب دیا: ''بہت عمدہ۔'' پھر پوچھا: طب کی اصل کیا ہے؟ حارث نے جواب دیا: ''ازم''۔ کسریٰ نے مزید سوال کیا: ازم کیا ہے؟ حارث نے وضاحت کی: ''ہونٹوں کو قابو میں رکھنا اور ہاتھوں سے احتیاط برتنا، یعنی پرہیز اور ضبط نفس۔''[40]

کسریٰ نے پوچھا: وہ کون سی بیماری ہے جو سب سے زیادہ تباہ کن ہوتی ہے؟ حارث نے جواب دیا: کھانا کھانے کے بعد دوبارہ کھانا، یہی عمل ہے جو انسان کو ہلاک کر دیتا ہے اور جانوروں کو بھی موت کے دہانے پر پہنچا دیتا ہے۔[41]

کسریٰ نے استفسار کیا: وہ کون سی حالت ہے جو بیماریوں کو جنم دیتی ہے؟ حارث نے جواب دیا: پیٹ بھرنے کی حالت، اگر یہ حالت پیٹ میں ٹھہر جائے تو انسان کو موت کے قریب کر دیتی ہے اور اگر ہضم ہو جائے تو بیماریوں کا سبب بنتی ہے۔ حارث نے حمام جانے کے بارے میں کسریٰ ایران کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا: جب پیٹ بھرا ہوا ہو تو حمام میں ہر گز نہ جاؤ، نشے کی حالت میں اپنی بیوی کے پاس مت جاؤ، رات کو برہنہ نہ رہو، غصے کی حالت میں کھانا نہ کھاؤ اور اپنی طبیعت کے ساتھ نرمی برتو، کیونکہ یہ ذہنی سکون کے لیے بہترین ہے۔ کھانا کم کھاؤ، تاکہ نیند اچھی آئے۔ کسریٰ نے ''حقنہ'' کے بارے میں پوچھا تو حارث بن کلدہ نے جواب دیا : حقنہ پیٹ کو صاف کرتا ہے اور بیماریوں کو دور کرتا ہے۔ یہ حیران کن بات ہے کہ جو شخص حقنہ کا استعمال کرتا ہے، وہ بوڑھا نہیں ہوتا اور نہ ہی اولاد سے محروم ہوتا ہے۔ حارث نے مزید کہا: یہ سب سے بڑی جہالت ہے کہ انسان ایسی چیز کھائے جس کے نقصان دہ اثرات سے وہ واقف ہو اور اپنی خواہشات کو اپنی صحت اور جسم کی راحت پر ترجیح دے۔ آخر میں کسریٰ نے حارث بن کلدہ کی تعریف کی اور کہا: اے عربی! تمہیں غیر معمولی علم، حکمت اور سمجھ عطا کی گئی ہے۔ اس نے حارث کی عزت افزائی کی اور حکم دیا کہ اس کی تمام باتوں کو قلمبند کر لیا جائے۔[42]

عبدالرحمٰن بن ابی بکرہؓ نے کہا کہ حارث بن کلدہ ثقفی، جو عرب کے بہترین طبیبوں میں سے تھے، نے فرمایا: جو شخص بقا چاہتا ہے، حالانکہ اس دنیا میں بقا ممکن نہیں، اسے چاہیے کہ صبح کا کھانا جلدی کھائے، قرض کو کم رکھے اور عورتوں سے کم تعلق قائم کرے۔[43] ابو عوانہ نے عبدالملک بن عمیر سے روایت کیا کہ حارث بن کلدۃ نے فرمایا: جو شخص بقا چاہتا ہے، حالانکہ اس دنیا میں بقا ممکن نہیں، اسے چاہیے کہ صبح کا کھانا جلدی کھائے، رات کا کھانا بھی جلدی کھائے، قرض کو کم رکھے اور جماع میں اعتدال برتے۔ حرب بن محمد نے اپنے والد سے روایت کیا کہ حارث بن کلدۃ نے فرمایا: ''چار چیزیں جسم کو نقصان پہنچاتی ہیں: بھرا پیٹ جماع کرنا، بھرے پیٹ حمام جانا، خشک گوشت کھانا اور بوڑھی عورت سے مباشرت کرنا۔''[44]

داؤد بن رشید نے عمرو بن عوف سے روایت کیا کہ جب حارث بن کلدۃ کی وفات کا وقت قریب آیا تو لوگ ان کے پاس جمع ہوئے اور ان سے نصیحت کی درخواست کی، جس پر وہ ان کی عدم موجودگی میں عمل کر سکیں۔ حارث نے فرمایا: ''نوجوان عورت سے شادی کرو، پھل اس وقت کھاؤ جب وہ مکمل طور پر پکے ہوں، اور جب تک جسم بیماری کو برداشت کر سکتا ہے، دوا کا استعمال نہ کرو۔ ہر مہینے مخصوص صفائی (نورۃ) کرو، کیونکہ یہ بلغم کو ختم کرتی ہے، غیر ضروری مادے کو خارج کرتی ہے اور گوشت کو بناتی ہے۔ جب تم دوپہر کا کھانا کھاؤ تو اس کے بعد قیلولہ کرو، اور رات کا کھانا کھانے کے بعد چالیس قدم چلو۔'' حارث کا ایک اور مشہور قول ہے: ''جب تک دوا کے بغیر کام چل سکتا ہے، اس سے پرہیز کرو۔ دوا کو بلا ضرورت استعمال نہ کرو، کیونکہ یہ ایک مسئلہ حل کرتی ہے تو دوسری جانب کوئی نیا مسئلہ پیدا کر دیتی ہے۔'' حارث بن کلدۃ ثقفی کی تصانیف میں ایک اہم کتاب ''کتاب المحاورۃ'' بھی شامل ہے، جو حارث اور کسریٰ نوشیروان کے درمیان طبّی موضوعات پر ہونے والی گفتگو پر مبنی ہے۔[45]

ابو بکرہ ثقفی کے خاندانی آقا تھے، ابو بکرہؓ محاصرۂ طائف کے دوران بھاگ کر حضور اکرم ﷺ کے پاس آ گئے تھے اور مسلمان ہو گئے تھے، جب اہل طائف نے اسلام قبول کیا تو انہوں نے آپ ﷺ سے آزاد کردہ غلاموں کی واپسی کا مطالبہ کیا، آپ ﷺ نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ یہ اللہ کے آزاد کردہ ہیں، اب ان کو غلام نہیں بنایا جا سکتا۔ ان غلاموں کی واپسی کے مطالبے میں حارث بن کلدہ بھی شامل تھے۔" ابن الاثیر اپنی کتاب اسد الغابہ میں ابن اسحٰق کی رویت بیان کرتے ہیں کہ: حضرت سعدؓ بیمار ہوئے اور وہ حجۃ الوداع میں آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ سعدؓ نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ ﷺ! میرے خیال میں یہ مرض موت ہے۔ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: نہیں۔ میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تمہیں شفاء دے گا یہاں تک کہ کچھ لوگوں کو تم سے فائدہ پہنچے گا اور کچھ لوگوں کو ضرر پہنچے گا، پھر آپ ﷺ نے حارث بن کلدہ سے فرمایا کہ تم اس کا علاج کرو۔ حارث نے کہا: واللہ! ان کی شفاء عجوہ کھجوروں میں ہے، پھر حارث نے عجوہ کھجوروں کو گٹھلیوں سمیت پیس کر اس میں دودھ ملایا اور پھر اس میں گھی مخلوط کیا اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو چٹوایا۔ اس کو چاٹتے ہی معلوم ہوا کہ کوئی بندھن بندھا ہوا تھا وہ کھل گیا ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو صحت کاملہ عطا فرما دی۔"[46]

امام طبرانیؒ بیان کرتے ہیں: حضرت سعدؓ بن ابی رافع نے کہا: "نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے، جب میں بیمار تھا اور میری عیادت کی۔ آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینے کے درمیان رکھا، یہاں تک کہ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے دل پر محسوس کی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: 'یقیناً تم دل کی بیماری میں مبتلا ہو۔ حارث بن کلدۃ کے پاس جاؤ، وہ ایک ماہر طبیب ہیں۔ وہ مدینہ کی عجوہ کھجوروں میں سے پانچ دانے لے کر انہیں ان کی گٹھلیوں سمیت کوٹ کر اس سے مالش کریں۔"[47]

نضر بن الحارث بن کلدۃ ثقفی

نسب نامہ: ان کے والد کے ذکر میں بیان ہو چکا ہے۔ نضر نبی ﷺ کا خالہ زاد بھائی تھا اور اس نے بھی اپنے والد کی طرح مختلف ممالک کا سفر کیا تھا، اس نے مکہ اور دیگر مقامات پر فضلاء اور علماء سے ملاقاتیں کیں اور احبار (یہودی علماء) اور کاہنوں کے ساتھ اٹھا بیٹھا۔ نضر نے قدیم علوم میں عظیم مرتبے کی چیزیں حاصل کیں، فلسفے اور حکمت کے مختلف حصوں کا مطالعہ کیا اور اپنے والد سے بھی طب وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ اگرچہ ان کا رشتہ رسول اللہ ﷺ سے تھا، لیکن وہ نبی کریم ﷺ کو بہت تکلیف پہنچاتے تھے اور نبی ﷺ کی شان کو کم کرنے کی کوشش میں ایسی باتیں کرتے جو بہت نقصان دہ تھیں تاکہ لوگوں کے درمیان رسول اللہ ﷺ کی قدر و منزلت کو کم کیا جا سکے اور مکہ والوں کے نزدیک آپ ﷺ کی دعوت کو باطل کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ نضر ثقفی نبی کریم ﷺ کی دشمنی میں ابو سفیان قریشی کا ساتھی تھا۔ تاہم، غزوہ بدر (2 ہجری/623 عیسوی) میں جب مشرکین کو شکست ہوئی اور وہ اپنے مقتولین کو میدان جنگ میں چھوڑ کر بھاگ گئے، تو نضر بن الحارث ثقفی مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہو گئے اور بعد میں انہیں موت کا سامنا کرنا پڑا۔[48]

نضر بن الحارث کی بہن قتیلہ بنت الحارث نے اپنے بھائی کے لیے مرثیہ کہا: "اے سوار! اگر تم صبح کے وقت "الأثیل" کے علاقے میں ہو اور کامیابی کے قریب ہو، تو وہاں پہنچ کر میرے سلام کو نضر تک پہنچا دو، اگر اسے سواریاں پہنچا سکیں۔ نضر کو پکارو، اگر وہ سننے یا بولنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اے محمد ﷺ! تم ایک عظیم خاندان سے ہو، اپنے قبیلے میں تمہارا مقام بہت بلند ہے، تمہیں کیا نقصان پہنچتا، اگر تم اسے معاف کر دیتے اور نضر معافی کا زیادہ حق دار ہے، اگر کوئی رہائی پانے کا مستحق ہے تو وہی ہے، (رشتے داری کی وجہ سے)۔ ابو الفرج اصبہانی نے کہا کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "اگر میں نے یہ قتیلہ کا مرثیہ اسے قتل کرنے سے

پہلے سن لیا ہوتا تو میں اسے قتل نہ کرتا۔ نضر بن حارث ثقفی کو حضرت علیؓ نے ''صفراء'' کے مقام پر قتل کیا تھا۔''[49]

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ وہ قریش کی شاخ بنی عبد الدار سے تھا اور مکہ کی اشرافیہ میں شامل تھا۔ اس کا شجرہ نسب یہ تھا: نضر بن حارث بن کلدہ بن عبد مناف بن عبد الدار۔[50]

نضر بن حارث اپنی بدنصیبی سے یہ نہ جان سکا کہ نبوت کا مرتبہ بہت بلند ہے، سعادت عظیم ہے اور الٰہی عنایت بہت بڑی چیز ہے اور مقدر کیے گئے امور بہت پختہ ہیں۔ دراصل نضر ثقفی نے سمجھا کہ اپنے علم و فضائل اور حکمت کی مدد سے نبوت کا مقابلہ کر سکتا ہے، لیکن کہاں مٹی اور کہاں ستارے، کہاں پستی اور کہاں بلندی اور کہاں بدبختی اور کہاں خوش نصیبی۔

خلاصہ

یہ تحقیق دورِ جاہلیت میں قبیلہ ثقیف کے نمایاں افراد اور ان کے معاشرتی، سیاسی، معاشی، اور ثقافتی کردار کا جامع جائزہ پیش کرتی ہے۔ قبیلہ ثقیف کا مرکز طائف تھا، جو اپنی زرخیز زمین، خوشحالی، اور جغرافیائی اہمیت کی بدولت ممتاز حیثیت رکھتا تھا۔ ثقفی سردار اپنی حکمت، بہادری اور مہمان نوازی کے باعث عرب معاشرے میں نمایاں مقام رکھتے تھے اور قبائلی سیاست میں کلیدی کردار ادا کرتے تھے۔ ثقفی اعیان نے عرب قبائل کے درمیان تنازعات کو حل کرنے، تجارتی تعلقات کو فروغ دینے اور سفارت کاری میں مؤثر کردار ادا کیا۔ ان میں دانشور، شاعر، طبیب، تجار، ماہر منجم اور سپہ سالار شامل تھے جنہوں نے اپنی قابلیت اور مہارت سے معاشرتی ترقی میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔

ان اہم ثقفی شخصیات میں شامل ہیں: امیہ بن ابی الصلت جو ایک مشہور شاعر، تاجر اور عالم تھے؛ وہ نبوت کی امید رکھتے تھے مگر اسلام قبول نہ کر سکے۔ عروہ بن مسعود ثقفی ایک زیرک اور صلح جو سردار تھے جنہوں نے قبائلی جھگڑوں کو ختم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ غیلان بن سلمہ اور مغیرہ بن شعبہ اپنی حکمت عملی اور معاملہ فہمی کے لیے مشہور تھے، جبکہ حارث بن کلدہ عرب کے معروف طبیب تھے جنہوں نے فارس اور دیگر ممالک سے طب کا علم حاصل کر کے شہرت پائی۔ ابو محجن ثقفی کی شاعری اور بہادری ان کی بے خوف طبیعت کی عکاس تھی۔ عمرو بن امیہ ثقفی اور عبد یالیل علم نجوم کے ماہر تھے۔

اس قبیلے نے اپنی تاریخ میں علم و فہم اور ضد جیسے متضاد رویئے اپنائے۔ اسلام کے آغاز میں اس خاندان نے نے مزاحمت کا مظاہرہ کیا، تاہم نبی کریم ﷺ کی حکمت عملی، اخلاق اور صبر نے بالآخر انہیں اسلام قبول کرنے پر مائل کیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اس قبیلہ کی صلاحیتوں نے اسلامی معاشرے کی مضبوط بنیادوں میں کلیدی کردار ادا کیا۔

یہ مقالہ اس بات پر بھی روشنی ڈالتا ہے کہ قبیلہ ثقیف نے طائف کے اقتصادی اور ثقافتی فروغ میں کیسے کردار ادا کیا اور اسلام کے ابتدائی دور میں ان کے رویوں میں تبدیلیوں نے کس طرح اسلامی معاشرت کی تشکیل میں مدد فراہم کی۔ ان کی روایات، قبائلی اتحاد اور اسلام کے ساتھ ان کے تعلق کو تاریخی تناظر میں بیان کرتے ہوئے یہ تحقیق عرب کی قدیم سماجی و سیاسی ڈھانچے کو سمجھنے میں مددگار ہے۔

تحقیق سے یہ ثابت ہوا کہ دورِ جاہلیت میں ثقفی اعیان نے عرب معاشرت کے سیاسی، سماجی اور ثقافتی پہلوؤں پر گہرا اثر ڈالا۔ ان کی بہادری، سفارتی مہارت اور علمی خدمات نے انہیں تاریخ میں منفرد مقام عطا کیا۔ یہ روایات اسلامی عہد میں بھی کئی حوالوں سے نمایاں رہیں، جس سے اس قبیلے کا اثر و رسوخ مزید مستحکم ہوا۔

REFERENCES

[1]-Al-‘Asqalani, Ibn Hajar, Ahmad bin ‘Ali, Al-Isabah fi Tamyiz al-Sahabah, Beirut: Dar al-Kutub al-‘Ilmiyyah, 1415 AH, 1/272.

[2]-Al-Masʿūdī, ʿAlī bin Ḥusayn bin ʿAlī, Murūj al-Dhahab wa Maʿādin al-Jawhar, Beirut: Maktabah al-ʿAṣriyyah, 1425H, 1/86

[3]-Al-Masʿūdī, ʿAlī bin Ḥusayn bin ʿAlī, Murūj al-Dhahab wa Maʿādin al-Jawhar, Beirut: Maktabah al-ʿAṣriyyah, 1425H, 1/86

[4]-Al-Masʿūdī, Murūj al-Dhahab, 1/87

[5]-Al-ʿAsqalānī, Al-Iṣābah, 1/271

[6]-Al-Zubaydī, Muḥammad Murtazā al-Ḥasanī, Taj al-‘Arūs min Jawāhir al-Qāmūs, Beirut: Dār al-Iḥyā’ al-‘Arabī, 1422H, 24/103

[7]-Al-Marzabānī, Imām Abū ‘Ubaid Allāh Muḥammad bin ‘Imrān, Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmīyah, 1402H, p. 375.

[8]-Ibn Athīr, Abū al-Ḥasan ʿAlī bin Abī al-Karam Muḥammad, Al-Kāmil fī al-Tārīkh, Beirut: Dār al-Kitāb al-ʿArabī, 1417H, 1/606

[9]-Al-Ṭabarī, Muḥammad bin Jarīr, Tārīkh al-Ṭabarī (Tārīkh al-Rusul wa al-Mulūk), al-Qāhirah: Dār al-Ma‘ārif, 2/111

[10]-Al-Wāqidī, Kitāb al-Maghāzī, 2/94

[11]-Al-Wāqidī, Kitāb al-Maghāzī, 2/95

[12]-Ibn al-Athīr, ‘Alī bin Muḥammad, Abū al-Ḥasan, Asad al-Ghābah fī Ma‘rifah al-Ṣaḥābah, Dār al-Kutub al-‘Ilmīyah, 1415H, 4/471

[13]-Ibn ʿAsākir, ‘Alī bin Ḥasan, Tārīkh Madīnat Dimashq, Beirut: Dār al-Fikr, 1416H, 60/15

[14]-Ibn ʿAsākir, ‘Alī bin Ḥasan, Tārīkh Madīnat Dimashq, Beirut: Dār al-Fikr, 1416H, 60/16

[15]-Ibn ʿAsākir, ‘Alī bin Ḥasan, Tārīkh Madīnat Dimashq, Beirut: Dār al-Fikr, 1416H, 60/21

[16]-Ibn Kathīr, al-Sīrah al-Nabawīyah, 1/506

[17]-Ibn al-Athīr, Asad al-Ghābah, 1/109

[18]-Ibn al-Athīr, Asad al-Ghābah, 1/109

[19]-Ibn al-Athīr, Asad al-Ghābah, 1/109

[20]-Al-Wāqidī, Kitāb al-Maghāzī, 2/336

[21]-Al-‘Asqalānī, al-Iṣābah, 5/271

[22]-Al-‘Asqalānī, al-Iṣābah, 5/271

[23]-Al-Wāqidī, Kitāb al-Maghāzī, 2/331

[24]-Al-Suhaylī, ‘Abd al-Raḥmān bin ‘Abd Allāh, al-Rawḍ al-‘Ānif fī Sharḥ al-Sīrah al-Nabawīyah, Beirut: Dār Iḥyā’ al-Turāth, 1412H, 7/232

[25]-Al-Suhaylī, al-Rawḍ al-‘Ānif, 7/233

[26]-Ibn al-Athīr, Asad al-Ghābah, 7/786

[27]-Al-Zukhruf: 31:43

[28]-Ibn al-Athīr, Asad al-Ghābah, 7/786

[29]-Ibn al-Athīr, Asad al-Ghābah, 7/786

[30]-Ibn al-Athīr, Asad al-Ghābah, 7/786

[31]-Ibn al-Athīr, Asad al-Ghābah, 7/787

[32]-Al-Azharī, Muḥammad Karam Shāh, Ḍiyā' al-Nabī ﷺ, Lahore: Ẓiyā' al-Qur'ān Publications, 4/524

[33]-Al-Azharī, Muḥammad Karam Shāh, Ḍiyā' al-Nabī ﷺ, Lahore: Ẓiyā' al-Qur'ān Publications, 4/524

[34]-Al-Ḥalabī, 'Alī bin Burhān al-Dīn, Insān al-'Uyūn fī Sīrat al-Amīn al-Ma'mūn, Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmīyah, 1427H, 1/652

[35]-Ibn al-Athīr, Asad al-Ghābah fī Ma'rifah al-Ṣaḥābah, 2/477

[36]-Al-Qifṭī, 'Alī bin Yūsuf, Abū al-Ḥasan, Akhbār al-'Ulamā' bi Akhbār al-Ḥukamā', Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmīyah, 1426H, p. 125

[37]-Juwād 'Alī, Dr., al-Mufassal Tārīkh al-'Arab Qabl al-Islām, Beirut: Dār al-Sāqī, 16/15

[38]-Ibn Abī Aṣība'ah, Aḥmad bin al-Qāsim, 'Uyūn al-Anbā' fī Ṭabaqāt al-Aṭibbā', Beirut: Dār al-Maktabah al-Ḥayāh, 1882CE, p. 162

[39]-Ibn Abī Aṣība'ah, Aḥmad bin al-Qāsim, 'Uyūn al-Anbā' fī Ṭabaqāt al-Aṭibbā', Beirut: Dār al-Maktabah al-Ḥayāh, 1882CE, p. 162

[40]-Ibn Abī Aṣība'ah, Aḥmad bin al-Qāsim, 'Uyūn al-Anbā' fī Ṭabaqāt al-Aṭibbā', Beirut: Dār al-Maktabah al-Ḥayāh, 1882CE, p. 163

[41]-Ibn Abī Aṣība'ah, Aḥmad bin al-Qāsim, 'Uyūn al-Anbā' fī Ṭabaqāt al-Aṭibbā', Beirut: Dār al-Maktabah al-Ḥayāh, 1882CE, p. 163,

[42]-Ibn Abī Aṣība'ah, Aḥmad bin al-Qāsim, 'Uyūn al-Anbā' fī Ṭabaqāt al-Aṭibbā', Beirut: Dār al-Maktabah al-Ḥayāh, 1882CE, p. 164

[43]-Al-Qifṭī, 'Alī bin Yūsuf, Akhbār al-'Ulamā' bi Akhbār al-Ḥukamā', Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmīyah, 1426H, p. 126

[44]-Ibn Abī Aṣība'ah, 'Uyūn al-Anbā' fī Ṭabaqāt al-Aṭibbā', p. 165

[45]-Ibn Abī Aṣība'ah, 'Uyūn al-Anbā' fī Ṭabaqāt al-Aṭibbā', p. 166-167

[46]-Ibn al-Athīr, Asad al-Ghābah fī Ma'rifah al-Ṣaḥābah, 2/477

[47]-Al-Ṭabarānī, Sulaymān bin Aḥmad, Abū al-Qāsim, al-Mu'jam al-Kabīr, al-Qāhirah: Maktabah Ibn Taymīyah, 1415H, 6/50

[48]-Al-Ālūsī, Maḥmūd Shukrī, Bulūgh al-Arb fī Ma'rifah Aḥwāl al-'Arab, 1314H, 3/235

[49]-Ibn Abī Aṣība'ah, 'Uyūn al-Anbā' fī Ṭabaqāt al-Aṭibbā', 1882CE, p. 170

[50]-Juwād 'Alī, Dr., al-Mufassal Tārīkh al-'Arab Qabl al-Islām, Beirut: Dār al-Sāqī, 16/18